اسلام میں اجتہاد

حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

مبسملاً ومحمدلاً ومصلیاً ومسلماً۔

آج کل یورپ کی تعلیمات کے دل و دماغ پر چھا جانے کی وجہ سے اسلام سے منحرف ہونے یا اسلام میں تغیر و تبدل اور اسے یورپی نظریات کا حامی بنانے کی بھی کوششیں ہو رہی ہیں اور اس کام کے لئے ہر ترکیب اختیار کی جا رہی ہے اور اسلام میں اجتہاد کو مدارِ احکام ثابت کرنے کے لئے پوری عقلی ہمت صرف کی جا رہی ہے۔ بلکہ یورپی نظریات کو اجتہاد یعنی عقل پسندی کے زور پر اسلام کا جز بلکہ کل قرار دیا جاتا ہے۔ آپ نے یہ کام اچھا کیا کہ اجتہاد کے لئے دس سوال قائم کر کے اہلِ علم کو دعوت دیدی کہ اب اس قسم کی تحریفات پر بند لگا دیویں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نیت میں خلوص اور خلوص کو مقبول فرمائیں۔

جوابات کے شروع سے پہلے اس راستہ کی غلط فہمی کی بنیاد پر کچھ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے عرض ہے کہ اسلام میں اجتہاد محض رائے اور عقل ہی نہیں واقعی بلکہ اصطلاحی اجتہاد جس کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا، فی نفسہٖ دلیل احکام کی نہیں ہوتی نہ اس کا حکم اسلامی حکم ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام جو آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک برابر چلا آرہا ہے وہ ایک خدائی دین ہے۔ یعنی کہ اسلام نام ہی ان احکامِ الٰہی کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اپنے اختیار کے ساتھ نیکی و بھلائی اختیار کرنے

کے لئے بنائے ہیں۔ ان میں کسی انسان کی رائے عقل اور سوچ کا کوئی دخل ہونا ناممکن ہے آخر کسی انسان کی رائے خدائی حکم کیسے بن سکتی ہے۔ اسلام تو خدا تعالیٰ کے عطا کردہ قوانین اور اس کے پیغمبروں کے نقل کر کے لائے ہوئے احکام ہیں۔ ان میں رسول و پیغمبر کی عقل و رائے کو بھی دخل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ہر کہ ومہ کا دخل ہو۔ اس حقیقت سے ناواقف رہ کر لوگ اسے اسلام کا حکم سمجھ بیٹھے ہیں جو بالکل غلط اور اسلام پر تہمت ہے۔

اسلام صرف اور صرف وحی الٰہی کا نام ہے جو آج دنیا بھر میں بعینہ پوری کی پوری صورت میں محفوظ ہے۔ اور صرف مسلمانوں ہی کے پاس موجود ہے۔ باقی ساری دنیا کے ادیان ایسی وحی سے خالی ہو چکے ہیں۔ ہاں یہ وحیٔ اعظم کچھ تو الفاظ کے ساتھ آئی ہے اور کچھ تشریح و توضیح اور تتمہ و ذیل کی طرح صرف معانی کی شکل میں آئی ہے اول قرآن دوم حدیث پاک، اسلام کے کل احکام یہی ہیں البتہ ان کے الفاظ سے مراد الٰہی کے معلوم کرنے کی انسانی کوشش کے دو طریقے اور ہیں اجماع اور قیاس۔ لوگ ان کے مفہومات میں تحریفیں کر کر کے اعتراضات میں پڑ جاتے ہیں حالانکہ اجماع بغیر کسی داعی کے نہیں اور داعی قرآن و حدیث کے کسی لفظ کے متعدد مفہومات میں سے ایک کی تعیین پر سارے علماء کا متفق ہونا ہوتا ہے وہ علماء کی رائے نہیں بلکہ آیت یا حدیث کا ایک پہلو ہوتا ہے جس کو قرآن و حدیث کے ظاہری و باطنی قرائن سے سب ملکر ترجیح دیتے ہیں اس کو آیت یا حدیث سے باہر قرار دینا ایک دھوکہ کی صورت ہے ایسے ہی قیاس کسی کی اپنی ذاتی رائے نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی قرآن و حدیث کے معانی کی وسعت کا بیان ہوتا ہے یعنی اس حکم کی علت و مدارِ حکم یہ ہے جہاں جہاں یہ علت موجود ہو گی وہ بھی اسی آیت و حدیث کے تحت ہوں گے اور اسی آیت و حدیث کا حکم اُن کو حاوی ہو گا۔ اگر علت اللہ اور رسول ﷺ کی بتائی ہوئی ہر شخص کی سمجھ اور یقین کی ہو گی تو جہاں جہاں وہ پائی

جائے گی۔ وہاں آیت و حدیث کا اس کو حاوی ہونا یقینی ہوگا جیسے والدین کے لئے لَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا۔ (تم ان دونوں کو اُف بھی نہ کہو نہ جھڑکو) میں ہر شخص سمجھتا ہے کہ ان دونوں سے سخت لفظ اور سخت لہجہ کی ممانعت کی علت ان کی اذیت ہے۔ لہٰذا جس جس چیز سے والدین کو اذیت ہوگی یقیناً وہ سب اسی آیت سے حرام ہوں گی۔ گالی گلوچ مار پیٹ وغیرہ سب اسی آیت سے حرام و گناہ ہونگی۔ کیا کوئی صحیح عقل اس کو یہ کہہ سکتی ہے کہ یہ اس آیت کا مفہوم نہیں صرف کسی کی رائے ہے بلکہ ہر شخص یقین رکھتا ہے کہ آیت کا مفہوم اس حد تک وسیع ہے اور یہ آیت سے ہی حرام ہیں۔ اور اگر علت باریک اور اجتہاد سے معلوم ہوگی تو وہ بھی اسی آیت یا حدیث کا حکم ہوگا مگر یقینی نہ ہوگا، ظنی گمان غالب کا ہوگا۔ المختصر احکام الٰہی ان چار چیزوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ قرآن شریف، حدیث پاک۔ اجماع اور قیاس۔ اصل قرآنی وحی ہی ہے۔ اس کے تابع حدیث کی وحی پھر اجماع و قیاس ان کا مفہوم ہے۔

اب اگر عربی زبان جانتا ہے تو خیر ورنہ اس قدر یہ زبان حاصل کرنی ضروری ہوگی کہ وہ اہلِ زبان کی طرح یا قریب قریب کا ہو جائے، پھر وہ ہر ہر لفظ کے مادہ کے معنی اور اس کے تغیرات سے پھر اس کی تبدیلی کی صورتوں اور ان کے تبدیل معانی سے پھر باہمی جوڑ توڑ اور اس سے معانی کا تبدل و تغیر غرض سب شرطوں کا جامع ہو سوال نمبر کے جواب میں آئیں گی اور ان کے ذریعہ ہر ہر جملہ سے مراد الٰہی تحقیق شدید سے معلوم کر سکے جن میں ایک شرط حضورِ انور کے زمانہ سے قرب ہونا یا اس کے قائمقام ہونا ہے اور اوّل سے آج تک طول و عرض اور قوی ذہن عقل و حافظہ میں بعید انحطاط ہو چکا ہے اس انحطاط کی وجہ سے اجتہاد کی قوت بھی ختم ہو چکی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین
یلونہم ثم یفشو الکذب۔

ترجمہ: بہترین صدی میری صدی ہے پھر وہ جو ان کے متصل ہیں (صحابہؓ)
پھر وہ جو ان کے متصل ہیں (تابعین) پھر جھوٹ پھیل جائے گا)

جھوٹ نفسانی خواہشات سے پیدا ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ تب نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو جائے گا۔ ایسے میں بجائے قرآن و حدیث کے لفظوں سے مراد الٰہی معلوم ہونے کے خواہشات نفسانی کی تحقیقات معلوم ہوں گی۔ اس لئے یہ وقت اجتہاد کا نہیں رہا، اجتہاد کا وقت ختم ہو گیا۔ نہ وہ حافظے رہے کہ قصیدہ کا قصیدہ ایکبار سن کر پورا کا پورا یاد ہو گیا۔ نہ وہ ذہن وعقل جسے المعی کہا جاتا ہے اور جس کی تعریف یہ شعر ہے

(الالمعی الذی یظن بک الظن کان قد رای وقد سمع (المعی)
المعی وہ شخص ہے کہ تمہاری صورت آواز اور ظاہری حالات دیکھ کر تمہارے بارے میں ایسے امور معلوم کرے کہ گویا اس نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا)

اب تو حافظ حدیث روایت کرنے کا بھی نہیں رہا۔ چہ جائیکہ مجتہد ہونے کا۔ حدیث کے راوی کے صحیح ہونے میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر وہ پچاس حدیثیں روایت کرتا ہے تو جس وقت ان میں سے کوئی حدیث پوچھی جائے تو فوراً بغیر سوچے سنا دے تو صحیح راوی ہے ورنہ ضعیف۔ اور آجکل یہ حال ہے کہ جو حافظ رمضان میں پورا قرآن شریف سنا چکا ہو ذرا اس سے کوئی آیت تو پوچھ لیجئے اگر سوچ کر بھی بتا دے تو غنیمت ہے۔ اسی لئے آجکل کے اجتہاد کا نتیجہ ایسا ہوتا ہے جیسے ایک مجتہد زمانہ نے فتویٰ دے دیا کہ

یک بکری کا دودھ پینے والے دو بچے اس طرح ایک دوسرے کے محرم ہو گئے جیسے ایک عورت سے پیتے اس زمانے میں اصل قوت روحیہ قدسیہ جو عبادات وعلوم دینیہ کی کثرت سے ہوتی تھی کمزور ترین ہو چکی ہے اس لئے اب اجتہاد بھی کمزور ہو گیا۔

اس انحطاط کی بناء در مختار میں ہے :

" و قد ذکر وا ان المجتهد المطلق قد فقد "

یعنی علماء نے ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق جو قرآن وحدیث سے اصول مستنبط کرتا ہو۔ اب دنیا سے ناپید ہو چکا ہے۔ (شامی جلد ا صفحہ ۷۷ مطلب فی التقلید والرجوع عنہ)

شامی نے جلد ا صفحہ ۵۸۹ پر مطلب قائم کر کے کہا ہے علی ان القیاس بعد الاربع مأۃ منقطع فلیس لاحد ان یقیس مسئلۃ علی مسئلۃ کما ذکرہ ابن نجیم فی رسائلہ۔

یعنی ۴۰۰ھ کے بعد قیاس کرنا ختم ہو چکا ہے۔ اب کسی کو حق نہیں کہ ایک مسئلہ کو دوسرے پر قیاس کر سکے جیسے ابن نجیم نے اپنے رسالوں میں ذکر کیا ہے۔ آجکل کے نوجوان اقبال کے گرویدہ ہیں تو سن لیں کہ از اجتہاد عالمان کم نظر۔ اقتداء رفتگاں محفوظ تر۔

اگر اسلام دشمنی میں اجتہاد کو آلہ کار بنانا مقصود نہیں بلکہ واقعی طور سے علمی حقیقت معلوم کرنی ہے تو تفصیل حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے رسالہ میں اردو میں ملاحظہ ہو نام ہے " الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد " مختصر طریق پر اب سوالات کے جوابات عرض ہیں: اصل سوال بھی نقل کرتا ہوں تاکہ پوری بات ناظرین کے سامنے ہو۔

س (۱) اسلام میں قانون سازی کا دائرہ عمل کیا ہے ؟

ج : قرآن شریف میں ارشاد ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (حکم صرف اللہ کا ہی ہے)

یعنی اور کسی کو حق نہیں اس لئے صرف وحی الٰہی ہی قانون ہے اور کسی کو قانون بنانے
کا حق نہیں۔ اور ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الکفرون ۔
ترجمہ: جو اللہ کے نازل کئے ہوئے پر حکم نہیں کرتے وہ کافر ہیں یا ظالم
یا فاسق ہیں ۔ ہاں وحی اگر بلفظہٖ ہے تو قرآن شریف ہے
اور معنے صرف ہیں مگر الفاظ نبویہ ہیں تو حدیث پاک ہے اور کلیات کے جزئیات مجمل کی
تفصیل وغیرہ حدیثوں سے اور اجماعی وقیاسی و اجتہادی تشریحات یہ سب وحی الٰہی کے ہی
بیان ہیں اور اس کے تابع ہیں۔ ان سے جو باہر ہے وہ قانون سازی سے باہر ہے
س (۲) اس دائرہ عمل میں اجتہاد کو کیا مقام حاصل ہے؟
ج : حکم ہونے کا درجہ نہیں صرف آیات و احادیث کے مراد الٰہی مفہوم کی تحقیقات اس
کا کام ہے وہ بھی شرائط کے بعد اور شرائط کے ساتھ قرآن و حدیث سے سمجھے ہوئے اصول
کے ساتھ نہ کہ نفسانی یا یورپی خواہشات کے ساتھ بلکہ ان سب سے بالا ہو کر صرف
رضائے الٰہی کے لئے۔

س (۳) اجتہاد کی جامع و مانع تعریف کیا ہوگی؟
ج : علامہ تفتازانی شافعی نے تلویح شرح توضیح جلد ۲ صفحہ ۱۱۷ پر لکھا ہے اور ایسے ہی امام
غزالیؒ نے مستصفیٰ جلد ۲ صفحہ ۳۵۰ اور احکام الاحکام آمدی جلد ۴ صفحہ ۱۱ پر ہے کہ اجتہاد
لغت میں تو مشقت برداشت کرنا ہے اور اصطلاح شرع میں فقیہ کا اپنی پوری طاقت
قوت کو کسی حکم شرعی کے گمان غالب کے درجہ میں حاصل کرنے کے لئے اس درجہ
عمل میں لانا ہے کہ دل یہ محسوس کرے کہ وہ اس سے زیادہ سے عاجز ہے۔ لہٰذا غیر فقیہ
کا (یعنی اصول سے ماخوذ احکام جزئیہ فرعیہ کے ماہر کے علاوہ کا) بے دریغ کوشش کرنا بھی
اجتہاد نہیں۔ اور فقیہ و مفتی کا یقینی احکام (مثلاً عقائد یا اعمال متواترہ) میں ایسی کوشش

نہ اجتہاد ہے نہ کسی کو اس کا حق ہے اور نہ غیر شرعی (دنیوی) امور میں یہ کوشش اجتہاد ہے۔
نمبرہ کے جواب میں اس کی مزید تفصیلات عرض ہونگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

س (۴) قیاس و استنباط کے علاوہ کیا قرآن وسنّت کے احکام کی تعبیر بھی اجتہاد کہلائے گی۔ نیز ماخذ قانون کی حیثیت سے قرآن وسنّت کا تعلق کیا ہے؟

ج: قرآن وسنّت کا تعلق بیان کر دیا گیا ہے کہ ماخذ ہی نہیں بلکہ صرف وصرف خالص قانون ہی وہ ہیں۔ ان کے خلاف تو جرم عظیم ہے اگر انکار کے ساتھ ہے تو کفر ہے جبر سے ہے تو ظلم ورنہ گناہ ضرور ہے آیات واحادیث کی تشریحات متعدد مفہومات میں ظاہر و باطن، اگلے پچھلے لفظوں، ناسخ و منسوخ اور خاص و عام وغیرہ وغیرہ صورتوں کی مدد سے ایک کا تعین احادیث اور ان کی پرکھ کے بعد اور اجماعی مفہوم پہلے سے ہو تو اس کی مدد سے قرآن و حدیث سے یا عام سب کی عقل سے جو حکم کی علّت معلوم ہو یا اجتہاد سے معلوم کر کے تو اسکے عموم سے حکم کا عموم و وسعت معلوم کرنا یہ سب اجتہاد ہے جیسے وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ (اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے کو روکے رکھیں تین قروء تک) میں قروء، قرء کی جمع ہے۔ قرء حیض کو بھی کہتے ہیں اور طہر کو بھی یہاں کیا مراد ہے اس لئے یہ دیکھنا کہ جب ثلثہ (تین) فرمایا تو چونکہ طلاق حیض میں دینا منع ہے تو اب اگر اس سے طہر مراد لی جائے تو چونکہ جیسے حدیث میں ہے طہر میں ہی جائز ہوتی ہے تو اگر اس طہر کو شمار کریں تو تین سے کم بنتی ہیں اور اس کو شمار نہ کریں تو تین سے زائد بنتی ہیں اور نہ قرآن شریف کے لفظ ثلثہ پر عمل نہیں ہو سکتا اس لئے تین حیض مراد قرار دی جائے گی۔ یہ اور ایسی کوششیں سب اجتہاد ہی تو ہیں۔

حدیث کا تعلق بھی قرآن شریف سے متن و شرح کا سا ہے آیت ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ۔ (پھر ـــــ بے شک ـــــ ہمارے ذمہ ہے اس قرآن کا بیان، اور لَتُبَيِّنُنَّهُ

لِلنَّاسِ (تاکہ آپ قرآنی احکام کو لوگوں سے بیان کردیں) یہ آپ کے فرائض منصبی میں ہے اور جگہ جگہ آیا ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ (اور وہ لوگوں کو کتاب کی تعلیم دیتے ہیں) اس سے ثابت ہے کہ احادیث قرآن کا ہی بیان بلکہ اجمال کی تفصیلات کلیات کی جزئیات عام کے افراد مطلق کی قیودات سب قرآن کا بیان ہے امام شعرانی نے میزان کے مقدمہ میں امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ کوئی حدیث ایسی نہیں کہ میری نظر میں اس کا ماخذ قرآن مجید میں نہ ہو۔ یہی بیان قرآن ہے اور قرآن و حدیث دونوں کے ظاہری باطنی باریکیوں کا متعدد مفہوموں میں رائج کرلینا نیز ناسخ و منسوخ کا علم وغیرہ جو آگے آرہا ہے سب قرآن و حدیث یعنی وحی الٰہی کا علم ہے۔ بقول کسی شاعر کے ؎

جمیع العلم فی القرآن لکن　　　تقاصر عنه افهام الرجال

کل علم دین قرآن میں ہے، لیکن　　　لوگوں کی عقلیں قاصر رہی ہیں

انہی کو احادیث نے اجماع نے قیاس نے اور مجتہدوں کی کوششوں نے نکال نکال کر تیار کرکے پکا پکایا کھانا بنا کر رکھ دیا ہے انہی تمام مسائل کیلئے نبوی نظر اور اجتہادی بصیرت کی ضرورت تھی۔ جب ضرورت مکمل ہوگئی تو اب اس کی ناقدری کرنا اور نئی مشقت برداشت کرنا گمراہی کا خطرہ مول لینا ہے۔

س (۵) کیا آپ مولانا شاہ ولی اللہ اور بعض دوسرے اکابر اسلاف کی اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں کوئی اجتہاد ائمہ اربعہ کی رائے کے خلاف نہیں ہونا چاہیئے اس رائے کی نفی یا اثبات کی صورت میں اپنے مؤقف کے حق میں کیا دلائل پیش فرمائیں گے؟

ج: اوپر جوابات سے پہلے عرض ہو چکا ہے کہ اب اجتہادات و قیاسات شرطیں پوری نہ ہوسکنے سے ختم ہو چکے ہیں۔ خصوصاً حدیث سے اس زمانہ میں خواہشات کا غلبہ معلوم ہوگیا اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ (اور کون زیادہ گمراہ

۔ ہے اُس سے جو اپنی خواہش کا اتباع کرے) یہ خدشہ ہر شخص میں ہے "آنکس کہ خود گم است کرا رہبری کند" خواہشات سے مغلوب شخص مجتہد تو کیا دیندار بھی نہیں بن سکتا بس غلط دعوے کئے جائیں گے۔ دنیا کو گمراہ کیا جائے گا۔ اور غور کیجئے تو یہ واقعی اجتہاد کی شرطوں کے جامع حضرات کے لئے ہے اور جہاں شرطیں جمع ہونا عادۃً ناممکن ہو وہاں اجتہاد کا کیا مطلب؟ صرف تحریف قرآن و حدیث اور دھوکہ و گمراہی ہے۔ تعجب اس پر ہے کہ یہ سوال کیسے ہو سکتا ہے کیا زمانہ اسلاف کی تحقیق کی مخالفت کسی عقل و ہوش والے سے ممکن ہے۔ جبکہ انحطاط و تنزل اور ہوا و ہوس کا غلبہ سب کے مشاہدہ میں ہے۔ آجکل تو دو چار حرف پڑھ کر "ہم چو ما دیگرے نیست" کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔ مگر یہ خود نادانی و جہالت کی دلیل ہے۔ آپ نے بچوں کو دیکھا ہوگا جب ذرا سا لکھنا سیکھ لیتے ہیں تو کہتے ہیں" او ہو ایسا کونی لکھ سکتا ہے جیسا میں نے لکھا ہے : ننھا بچہ دو چار قدم چل لیتا ہے تو بڑا خوش ہوتا ہے مگر آپ نے کسی بڑے کو ایسے کہتے نہیں سنا ہوگا۔ تمام شرائط اجتہاد کے جامع اب نہیں ملتے اور اول کی صدیوں میں ان چار کے علاوہ بھی تھے مگر اُن کے مذہب مدون نہیں ملتے

س (۶): فقہ اسلامی میں جمود کا اصل سبب کیا ہے؟۔

ج: جمود کا کیا مطلب؟ کیا لوگ یہ چاہتے ہیں کہ خدا و رسولؐ اور رسولؐ کے شاگردوں اور اُن سب کی تعلیمات کے گرویدہ تمام دیندار علماء ان کو اور ان کی تمام علمی کوششوں کو چھوڑ چھوڑ کر ہمارے سامنے اور ہماری ذاتی یا یورپ سے آئی ہوئی خواہشات پر سرنگوں ہو جائیں اور یہ کہ اللہ والے لوگ انہی کو قرآن مجید و احادیث شریفہ کا مفہوم یا کم از کم فقہ کا منطوق بناڈالیں اور اپنا اور سارے مسلمانوں کا ایمان غارت کر دیں۔ اور سب کو بے دین کر دیں اقبال نے ان کی نبض خوب پہچانی۔ ع

ع خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

کیا جو مذہب ان کے ہاتھ میں موم کی ناک نہ بنے وہ جامد ہے تو دین اسلام سب کا سب گویا جمود ہی جمود ہے یعنی انکے نزدیک یورپ اور دشمنان اسلام کے قریب میں نہ آنا ہی ان کا قصور ہے جو عالم فقہ یا عالم دین شمار ہوتے ہیں۔ شاید غلط مذہبوں کے تغیر و تبدل سے یہ شبہ ہوا ہو کہ اس خدائی دین میں بھی یہ ہوتا ہوگا ورنہ ہر واقعہ کا فقہ اسلامی میں مسئلہ موجود ہے اور تمام مفتی صاحبان جواب دیتے رہتے ہیں۔ مگر دین کے موافق نہ کہ ان کی خواہش کے موافق جنہوں نے اپنی خواہش کے موافق نہ ملنے کی وجہ سے دین ہی کو جمود کا شکار کہہ دیا۔

س (۷) کیا آپ کے نزدیک ائمہ اربعہ کے اصول و اجتہاد میں بھی تغیر و تبدل کیا جا سکتا ہے؟

ج : یہ خود تو وحی الٰہی نہیں ہیں کہ ان میں تغیر و تبدل ناممکن ہو مگر یہ تمام اصول وحی سے استنباط کئے ہوئے ہیں اگر ان سے زیادہ قرآن و حدیث کو سمجھنے والے اور تمام شرائط میں ان سے زیادہ یا برابر کے اترنے والے موجود ہو جائیں اور وہ استنباط کر کے کچھ اصول سامنے رکھیں تو ان کے دلائل اور استنباطات اگر سابق اصولوں کے دلائل و استنباط کے مقابلہ پر ہمسر یا زیادہ سکل آئیں تو غور کیا جا سکتا ہے ورنہ جہل مرکب

(یعنی آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند   در جہل مرکب ابدالدہر بماند) کا کیا علاج۔

س (۸) ایک مجتہد میں کیا ضروری اوصاف ہونے چاہئیں؟

ج : کم سے کم یہ تیس۳۰ شرطیں ضروری ہیں : (۱) مسلمان (۲) عاقل جو دیوانہ نہ ہو (۳) بالغ ہو (۴) علم دین کا ماہر (۵) فقیہہ ذ شرح مسلم الثبوت میں ہے جو فقہ کے ابتدائی مسئلوں کا ماہر کہ دلائل سے اُن کو اخذ کر سکتا ہو (۶) عقائد کے بارہ میں یہ سعی نہ ہو کیونکہ عقائد قطعی ہیں اور یہ کام ظنی ہے (۷) اعمال متواترہ فرائض میں بھی نہ ہو کہ یہ قطعی دلائل سے ثابت ہیں اور یہ حکم ظن غالب کا فائدہ دیتا ہے سوال نمبر۴ کے جواب میں جو حوالے دئے گئے ہیں۔ ان میں یہ ساتوں شرطیں

ہیں۔ایک لفظ فقیہ کے اندر پانچ شرطیں جمع ہیں کہ فقیہ مسلمان عاقل بالغ عالم دین اور متقی ہو اور ایک حدیث سے فقیہ ہونا معلوم ہو کہ آٹھ شرطیں اس سے ثابت ہیں۔

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل غیر فقہٍ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ الحدیث رواہ الشافعی والبیہقی فی المدخل ورواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ والدارمی عن زید ابن ثابت۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تروتازہ فرمائیں اللہ تعالیٰ اس بندہ کو جو میری حدیث سنے اور اس کو یاد کرے اور دوسروں کو پہنچا دے کیونکہ بعض علم پہنچانے والے خود سمجھدار نہیں ہوتے اور بعض ایسوں کو پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں یعنی فقیہ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض حدیثیں لانے والے فقیہ نہیں اسلئے صرف یاد کر لینا جمع کر لینا اور لکھ دینا مجتہد ہونا نہیں ہوتا۔ اور بعض اپنے سے زائد سمجھ والے کو پہنچاتے ہیں، وہ دین کی سمجھ والا ہی تو فقیہ ہے اس لئے یہ حدیث پانچ شرطوں کی جامع ہے اور یقینی ثبوت والے کام کا ظنی ثبوت والے سے ثابت نہ ہونا سب جانتے ہیں۔

(۹) توضیح تلویح میں یہ بھی شرط ہے کہ قرآن مجید کی ہر ہر آیت کو اس کے معنی لغوی سے اس طرح جانتا پہچانتا ہو کہ مفردات کے یہ معنے ہیں مرکبات کے یہ اور ان کے حکم کا فائدہ دینا۔ ان کا تفاوت معلوم ہو (۱۰) علم صرف خوب جانتا ہو (جس سے لفظوں کے ردوبدل ہونے سے معنے کے ... بدل جانے کا علم ہو) (۱۱) لغت کے ردوبدل اور اس سے معنے کے ردوبدل سے خوب واقف ہو۔ (۱۲) علم نحو سے واقف ہو (جس سے ہر لفظ کا دوسرے سے جوڑ توڑ معلوم ہو کر

معانی کا فرق معلوم ہو سکے (۱۳) علم معانی و بیان خوب جانتا ہو جس سے مقدم مؤخر حذف اور ذکر وغیرہ تمام حالات کی عمدگی اور فوائد معلوم ہو سکیں (۱۴) قرآن وحدیث کے ہر ہر لفظ کے شرعی معنے معلوم ہوں. مثلاً یہ کہ یہاں صلوٰۃ کے لغوی معنے دعا کے بلکہ یہ فرائض واجبات سنن مستحبات کے مجموعہ کا نام ہے ایسے ہی تمام لفظوں کے معنے معلوم ہوں ورنہ مراد الٰہی سے دور نکل جانا ہوگا (۱۵) ان معنوں کو بھی پہچانتا ہو گا جن کو احکام میں تاثیر حاصل ہو جیسے مِنَ الْغَائِطِ (پست زمین سے) میں حدث یعنی بے وضو ہونے کے معنے ہیں کہ آئندہ حکم اسئے ہیں (۱۶) آیات و احادیث کے الفاظ و معنی اور کتابت کے اقسام عبارۃ النص اشارۃ النص دلالۃ النص اقتضاء النص مفردات کے اقسام خاص عام مشترک مجمل مفسر وغیرہ تو جو امور اصول فقہ میں مذکور ہیں ذہن میں حاضر ہوں (۱۷) ناسخ منسوخ کا علم ہو کہ کون کون منسوخ ہیں کون نہیں جن پر آیت ما ننسخ من آیۃ دلالت کرتی ہے۔

واضح رہے کہ کتاب اللہ کے علم میں تو پورے قرآن شریف کا حفظ ہونا بہتر تھا مگر یہ ضروری نہیں۔ اتنا بیشک ضروری ہے کہ جس سے احکام کا تعلق ہو سب آیات وقتِ حکم حافظے میں ورنہ کاغذ پر جمع کر لی جائیں۔ ان کی تعداد پانچ سو ہے (۱۸) احادیث بھی جن سے مسائل ملتے ہیں حفظ نہ ہوں تو مثل حفظ کے ممکن الحضور ہوں۔ ان احادیث کی تعداد بارہ سو ہے (شرح مسلم) (۱۹) اصول حدیث کا فن ذہن میں ہو خصوصاً اقسام متواترہ مشہور عزیز خبر احاد ان کی سندیں اور احاد کی سند کے تمام راویوں کے حالات فن اسماء الرجال اُن پر اعتراضات و جوابات۔ ان کی تقویت وضعف سے واقف ہو۔ لیکن یہ کام طویل ہے اس لئے فقہاء نے احادیث کے معتبر اماموں امام بخاری، مسلم، بغوی، صنعانی وغیرہ کی تصدیق کو کافی قرار دیا ہے۔ (۲۰) تمام احادیث کے متن خوب پہچانتا ہو۔ مقدم مؤخر ناسخ و منسوخ سے خوب واقف ہو۔ (۲۱) تمام الفاظ حدیث کے لغوی معنے اور ان کے اثرات۔ (۲۲) شرعی معنے

اور اُن کے احکامات (۲۳) الفاظ کے تمام اقسام اور وہ احکام جو اصول فقہ میں درج ہیں۔ اور طریق استدلال کے قواعد مقبول و مردود اقسام بھی۔ (۲۴) قیاس شرعی نہ کہ عقلی یعنی علّت حکم کے متعدی ہونے پر حکم متعدی ہونے کا طریقہ مسائل شرائط احکام مقبول و مردود وغیرہ کا علم۔ (۲۵) اجماع کا علم کہ اس سے پہلے صحابہؓ علماء کا اجماع تو نہیں ہوا۔ اور جن جن مسائل میں اجماع ہوا ہو۔ ان کے خلاف نہ ہو جائے۔ (۲۶) ان مسائل سے تعلق رکھنے والی تمام آیات و احادیث اور ان کے درجات کا علم تاکہ ان کے خلاف نہ ہو۔ (۲۷) قوت اجتہادیہ حاصل ہو جو کم و بیش بھی ہو سکتی ہے حضرت ابو جحیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کچھ ایسے مضامین لکھے ہوئے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں۔ فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگاف دیا اور جان کو پیدا کیا ہمارے پاس کوئی علم ایسا نہیں ہے۔ ہاں ایک خاص قسم کی سمجھ ضرور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قرآن کے بارہ میں کسی کسی کو عطا فرما دیتے ہیں۔ (بخاری۔ ترمذی نسائی)

معلوم ہوا قوت اجتہادیہ ایک ایسی دائمی علمی عطائی نورانی قوت ہے جس کی وجہ سے اس قوت والا آیات و احادیث کی باریکیاں چھپے ہوئے معانی، باطنی راز اور احکام کی علّتوں پر خوب مطلع ہو جاتا ہے کہ دوسروں کی وہاں رسائی نہیں ہوتی۔ (۲۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قریب ہونا جو اس حدیث سے ثابت ہے کہ "سب سے بہتر میرا قرن ہے پھر جو اس سے متصل ہوں اور پھر جو اُن سے متصل ہوں۔ اور پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔" (۲۹) جن کو یہ نعمت میسر نہ ہو تو اس کے قریب کی کیفیت تو ضروری ہے جو انتہائی تقویٰ طہارت سنّت کا اتباع عبادات میں انہماک تمام کبیرہ گناہوں سے حفاظت اور ذکر و شغل و مراقبات دل سے عبارت ہے (۳۰) خواہشات نفسانی سے خواہ وہ از خود وارد ہوں یا کسی کافر کے اثر

سے ہوں پاک ہو دین کو ان پر حادی و غالب رکھتا ہو ارشاد باری ہے ومن اضل ممن اتبع هواه (اور کون اس سے زیادہ گمراہ ہے جو اپنی خواہش کا اتباع کرے) اور آجکل کے حالات خصوصاً یورپ کی وبائے عام سے کوئی آدمی بچا ہوا نہیں کہ اس کے دل پر یہ کھوٹ نہ ہو۔

س (۹) اجتہاد کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

ج : اجتہاد ایک خاص نورانی قوت ہے جس کی تفصیل اوپر کے نمبروں میں عرض ہو چکی ہے اور یہ سب باتیں قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں۔ مگر قوتیں خارج میں الگ سے موجود نہیں ہوتیں کسی جسم انسانی کے ساتھ قائم ہوتی ہیں جسے مجتہد کہا جاتا ہے اوپر کی تیس شرطوں میں غور کیا جائے اور اس انحطاطی دور میں صلاحیت و تقویٰ کی گمشدگی کو پیشِ نظر رکھا جائے تو عادۃً عقلاً نقلاً ایسے شخص کا وجود ہی ناممکن ہو چکا ہے اب صرف وہ انسان موجود ہیں جن کے لئے حکم یہ ہے قرآن کا فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (علم والوں سے پوچھ لیا کرو اگر تم نہیں جانتے) اور اسلاف میں ان شرطوں کے جامع بہت سے مجتہدین گذر چکے ہیں مگر ان کے مذہب پورے کے پورے مدون نہیں ملتے سوائے ان چار کے امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اس لئے اس آیت کے حکم سے انکے مسائل پر عمل کرنا اور وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ (اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو اپنی خواہش کا اتباع کرے) ان چاروں میں سے بھی کسی ایک کی تحقیقات پر عمل کرنا ہی نجات کا ذریعہ ہے ورنہ خواہش پرستی ہوگی اگر کسی مسئلہ میں کسی کی اور کسی مسئلہ میں کسی کی تحقیق لے لی گئی تو وہ بھی گمراہی ہے۔

س (۱۰) اسلامی ریاست میں اجتہاد کو قانون کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوگا؟

ج : اس طرح کہ وہ اسلامی ہی نہ رہے اور خدا یہ دن نہ لائے۔ پوری تحریر پھر غور سے پڑھئے

اجتہاد تو قانون سے الگ باہر موجود چیز ہی نہیں ایک نورانی قوت ہے یعنی عقل انسانی کا ایک معراجی نورانی درجہ ہے جو ان تیس شرطوں کے بعد عطائی طور پر میسر آسکتا ہے اور اس کا کام صرف وحی الٰہی آیات واحادیث کی باریکیاں اور ہر ہر لفظ سے قانون کا سمجھنا ہے اور صحیح سمجھ کے اسباب اب باقی ہی نہیں اس لئے اس کا حقیقی وجود تو عادةً ناممکن ہے یوں دعویٰ کرنے کو لوگ خدائی اور نبوت کے دعوے سے بھی نہیں چوکتے اجتہاد اب صرف تحریفات کا ایک درجہ بن کر رہ گیا ہے - اجتہاد تو آیات واحادیث میں خدائی مراد کی جستجو کا نام ہے اسے قانون سمجھنا ناواقفی ہے اور صدیوں پہلے سے ہر کام مکمل ہو چکا ہے اب اس کا تصور کرنا اسلاف کو گمراہ قرار دینے کے مرادف ہے۔